اللّٰهُمَّ اَرِنَا الْحَقَّ حَقًّا

علامۂ آخر الزمان

کے

خیالات و معتقدات قابل توجہ اہل اسلام ہین

جنکو

جناب مولٰنا مولوی محمد عماد الدین صاحب شیرکوٹی مدرس اول مدرسہ خازن العلوم خورجہ و ناظم جمعیۃ الرشاد نے جمعیۃ الرشاد کی طرف سے شایع کیا۔

باہتمام جناب مولنا حبیب الرحمن صاحب

در مطبع قاسمی دیوبند طبع شد

۱۳۳۲ھ

ایکہزار جلد

بار دوم

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ وسلام علی عبادہ الذین اصطفی۔ اللھم ارنا الحق حقاً وارزقنا اتباعہ وارنا الباطل باطلاً وارزقنا اجتنابہ

اس زمانہ میں آزادی کی ہوا اس زور سے چل رہی ہو جس نے طوفان برپا کر دیا ہے اگر آزادی کے صحیح مفہوم کا صحیح استعمال کیا جائے تو بلاشبہ وہ ایک اچھی صفت ہے لیکن اُسکا بیجا استعمال اور اُسکی غلط تعبیر نہایت مذموم ومفسدہ انگیز ہے۔ اب تو یہاں تک نوبت پہونچی ہے کہ بعض لوگ قید عقل و مذہب سے بھی آزاد ہونا چاہتے ہیں جس کا نتیجہ شورش وجنونانہ حرکات والحاد ودہریت ہے پھر اس طوفان کا یہ اثر بے تمیزی ہے کہ اُسپر فخر ومباہات بھی ہو رہا ہے اور شورش ونقض امن کا نام جذبہ حب الوطنی اور خودداری وہمدردی ملک رکھا جاتا ہے اور الحاد ودہریت کی داد مُلحد ودہریے کو علامہ ومحقق سے ملقب کر کے دی جارہی اور اس طرح حُریت و زندہ دلی کی جو اولیاء واصفیاء سے مخصوص تھی۔ صاف صاف توہین کیجارہی ہے۔

اسوقت ہمکو صرف مذہبی آزادی سے بحث مقصود ہے اور ہمدردان وبہی خواہان اسلام کو ہم اُس فتنہ کیطرف جو "مدعیان آزادی" کیطرف سے اسلام ومسلمین کے حق میں برپا ہو رہا ہے اور جو ایک داہیہ عظیمہ ہے متوجہ کرنا چاہتے ہیں۔

یہ وہ پُر آشوب زمانہ ہے کہ جس کے دل میں ذرہ بھر بھی اسلامی درد ہوگا وہ اسلام کی نازک حالت پر آٹھ آٹھ آنسو بہائے بغیر نہیں رہسکتا۔ علماء ربانیین ومتبحرین اپنے دین کی سلامتی کیلئے شہرۃ ونمود سے بھاگتے ہیں اور بلا حکم ضرورت کے

گوشہ عافیت سے نکلنا پسند نہیں فرماتے۔ اور ضلال و ضل تمام ذرائع تشہیر کو اختیار کرکے اضلال مسلمین میں مشغول ہیں۔

پری نہفتہ رُخ و دیو در کرشمہ و ناز
بسوخت عقل ز حیرت کہ ایں چہ بوالعجبی است

ایک زمانہ وہ تھا کہ مسلمانوں کے جملہ معاملات و افعال دین کی شمع ہدایت کی روشنی میں انجام پاتے تھے اور خلاف اوامر و نواہی شرعیہ پر کوئی اقدام نہ کرتا تھا اور اُنکی ہمہ تن ترقی کا راز اسی پابندی میں مضمر تھا یا ایک اب ہمارا زمانہ ہے۔ کہ جو کام دینی نقطۂ نظر سے دیکھے جانے کے قابل ہیں اور خالص دینی حیثیت رکھتے ہیں اُن میں بھی اصول دینی سے کام نہیں لیا جاتا۔ صرف یہی نہیں بلکہ مخالفت دین کی بھی پرواہ نہیں کیجاتی۔

ابھی حال میں جو درسگاہ "ندوۃ العلماء" میں اختلافات پیش آئے ہیں اور قومی اخبارات میں اون پر شد و مد سے بحث جاری رہی ہے جس سے اخبار بین جماعت مطلع ہو چکی ہے اُن مباحث میں کہاں تک اصول دینی و احکام شرعیہ کا لحاظ رکھا گیا ہے۔

یہ تو ظاہر ہے کہ یہ ایک "دینی اور مذہبی درسگاہ" ہے گو بعض دینی ہی ضرورتوں سے کچھ حصّہ "علوم عصریہ" کا بھی اُس میں شامل کیا گیا ہے۔ پھر یہ امر کسقدر حیرت انگیز ہے کہ اُسکے مباحث میں بھی محض ذاتی آرا ارکا لوگوں نے اظہار کیا ہے۔ یا یوربین اصول و قواعد سے ان مباحث کو طے کرنا چاہا ہے۔ اور دینی اصول و احکام کی ہدایات سے ایک دینی درس گاہ کو بھی

محروم رکھا گیا ہے۔

ہمکو فروعی اختلافات اور واقعات سے زیادہ بحث نہیں ہے اور نہ ہم اُس سے آگاہ ہیں اسلیئے ہماری تحریر کو کسی فریقانہ جانبداری پر محمول نکیا جائے۔ مگر اصولاً مذہبی حیثیت سے یہ ضروری امر معلوم ہوتا ہے کہ یہ درسگاہ مذہبی جادۂ اعتدال سے منحرف نہونی چاہیئے۔ اور قوم کو جو اس سے بڑی بڑی توقعات ہیں اُن کے پورا ہونیکے لئے اُسکی اصلی شانِ مذہبی نہ مٹنی چاہیے۔

اسی ضرورت سے ہم کو بناچاری قوم کی آگاہی کے لئے ایک شخصیت سے اس جگہ بحث کرنی پڑی ہے جسکو اس درسگاہ میں بڑا دخل رہا ہے تاکہ قوم موجودہ اختلافات کا فیصلہ بصیرت، اور مآل اندیشی سے کر سکے۔ ہم کو علامہ شبلی سے جنکو قوم کے بعض افراد نے علامہ سے ملقب کیا ہے کوئی ذاتی مخالفت نہیں ہے نہ ہم نظامت ندوہ کے اُمیدوار ہیں، جو اُن کے حریف شمار ہو سکیں مگر اس اخلاقی بزدلی کو بھی گوارا نہیں کر سکتے کہ اُن کی شہرت و وجاہت اظہار حق سے مانع ہو۔ اس لئے آج اُس علامۂ آخر الزماں کا اسلام جو اُنہیں کی تالیفات سے ماخوذ ہے قوم کے سامنے پیش کرتے ہیں۔ اب یہ فیصلہ کرنا قوم کا کام ہے کہ ایسے علامہ کو ایک اسلامی درسگاہ میں دخیل رکھنا کہانتک مناسب ہے، اور خود علامہ کو اُسکے معاملات میں رائے دینے کا کہانتک حق حاصل ہے۔

علامہ شبلی کا اسلام

علامہ شبلی مادہ کو قدیم کہتے ہیں جو کبھی فنا نہیں ہو سکتا۔ اُسکی حریت

کو بھی قدیم کہتے ہیں۔ اُس کے امتزاج کو اُس کا طبعی فعل جانتے ہیں۔ امتزاج سے جو صور نوعیہ پیدا ہوئیں وہ سب قدیم ہیں باقی مظاہر کائنات اُسکا لازمی نتیجہ ہیں جسکا حاصل یہ ہے کہ عالم کی کوئی شے بھی حق تعالیٰ نے پیدا نہیں کی بلکہ بیشمار ذرات قدم ذات میں علامہ کے نزدیک معاذاللہ حق تعالیٰ کے برابر کے شریک ہیں بلکہ حق تعالیٰ کے وجود کے ماننے کی ضرورت صرف اس لئے ہے کہ مختلف قوانین قدرت کا باہمی ارتباط کس بنا پر قایم کیا جاوے۔

نیز علامہ کے نزدیک صفات باری کسیکی سمجھ میں نہیں آسکتی ہیں وہ اسمیں گفتگو کرنیکو بھی منع کرتے ہیں نبوۃ اُن کے نزدیک مکتسبہ ہے جو تدریجاً ترقی کر کے ہر شخص حاصل کر سکتا ہے جس سے عصمت انبیاء کا بھی بطلان لازم آتا ہے نیز خاتمیت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا انکار بھی اس سے ظاہر ہے کیونکہ اس زمانہ میں بھی اس قول پر منصب نبوت حاصل ہو سکتا ہے۔

نبوۃ کی حقیقت علامہ کے نزدیک کمال قوۃ قدسیہ ہے۔ یہ نہیں کہ حق تعالیٰ اپنے کسی خاص بندے کو اپنے پیغام رسانی کیلئے مامور فرماتے ہیں۔

معجزات انبیاء کا بھی انکار ہے کیونکہ علۃ و معلول میں تخلف نہیں ہو سکتا لہٰذا معجزہ بداہۃً باطل ہے ✣

وحی کی حقیقت القاء اور انکشاف وادراک حقائق ہے۔ ملائکہ کا تو علامہ کے نزدیک وجود خارجی ثابت ہی نہیں ہے "تا بوحی رسانی چہ رسد"

حشر اجساد کا علامہ کو انکار ہے یہ اُنکی عقل میں نہیں آتا کہ مردے بھی زندہ ہو جائیں۔ مگر ڈاروِن کے سمجھانے سے اتنا وہ مانتے ہیں کہ انسان جسطرح

بندر سے ترقی کرکے انسان بن گیا ہے آئندہ اسی طرح اور ترقی کرکے کسی دوسری نوع کیطرف منتقل ہو جائے۔ اُن کے نزدیک یہی معاد اور قیامت ہے۔

عذاب و ثواب جسمی نہیں محض عقلی ہے۔ یعنی روح کی سعادت یا شقاوت جو افعال کا لازمی نتیجہ ہے اور منفک نہیں ہو سکتا اوس سے مراد ہے گویا حق تعالےٰ نہ اپنی نافرمانی پر عذاب دیتے ہیں نہ اپنی طاعت پر انعام فرماتے ہیں۔ نہ کسی کے گناہ کو معاف فرما سکتے ہیں۔ نہ کسی کی توبہ قبول فرما سکتے ہیں۔

علامہ کے نزدیک عوام اہل اسلام کے عقائد اور ہوتے ہیں اور خواص اہل اسلام کے عقائد اور ہوتے ہیں۔ اب اس زمانہ میں علامہ کے نزدیک عوام کو بھی حقائق کی تعلیم دینی چاہیے۔ گویا اُنکو گمراہ و ملحد بنا دینا چاہیے کیونکہ ظاہر ہے کہ عوام تو فہم حقائق سے قاصر ہیں اسی بنا پر حضرت مولٰنا رومی قدس سرہٗ فرماتے ہیں ؎

سرِّ پنہان است اندر زیر و بم	فاش اگر گویم جہاں برہم زنم

علامہ کے نزدیک عقائد میں ابن رشد فلاسفر اور ابو مسلم اصفہانی و قفال معتزلی کو امام بنانا چاہیے اُن کے نزدیک عقائد بجائے ائمہ شریعت کے معتزلہ و فلاسفہ سے سیکھنا چاہیے۔

حضرات ائمہ متکلمین جو اکابر اُمت ہیں اور جنکو اجلّہ اولیاء کرام مثل حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہٗ و حضرت سیدنا عبد القادر جیلانی غوث الاعظم قدس سرہٗ اپنا پیشوا مانتے ہیں اور اُن کے مسائل کو اعتقادات حقہ کی معیار سمجھتے ہیں۔ اُنکی شان میں علامہ نے جو گستاخیاں کی ہیں وہ ناظر تالیفات علامہ پر مخفی نہیں

علاّمہ حضرت فخر رازی و غزالی رحمۃ اللہ علیہما کو اپنے عجب و نخوت سے ایک طفل مکتب جانتے ہیں چنانچہ ان تمام معتقدات و خیالات کا ثبوت بقید صفحہ و کتاب تالیفات علاّمہ سے جدول میں نقل کیا گیا ہے جو تحریر کیجاتی ہے۔

اولیاء کرام سے علاّمہ کو جو حُسن ظن ہے اُس کا اندازہ اس سے ہو سکتا ہے کہ اپنی تالیف شعر العجم میں حضرت حافظ شیرازی قدس سرہٗ کو "می خوار" لکھا ہے اور لکھا ہے کہ بہت کثرت سے شراب پیتے تھے۔

علاّمہ کے ان ہی خیالات و عقائد کی وجہ سے حیدرآباد دکن میں اُنکی مخالفت میں اُنکی تالیفات کے رد کے لئے مشاہیر علماء و امراء کی انجمن قایم ہوئی چنانچہ اس انجمن نے ارکان ندوہ کو توجہ دلائی کہ علاّمہ کو ایسی تحریرات سے روکے اور مولانا محمد شاہ قمیصی قادری نے بعض معتقدات علامہ کے رد میں اس انجمن کیطرف سے دو رسالے شائع کئے ہیں۔ پشاور اور لکھنؤ میں بھی ایسی انجمنیں قایم ہوئیں اور اکثر علماء و ذی فہم اصحاب نے نفرت کا اظہار کیا۔

عبارات معہ نام کتاب و نمبر صفحہ درج ذیل کیا جاتا ہے

خلاصہ عبارت	کتاب	صفحہ	عبارت منقولہ
عوام کے عقائد اور ہیں اور خواص کے اور ہیں اس کا ثبوت۔	الکلام	۲	متاخرین میں سے جو لوگ اہل حقیقت تھے اُنہوں نے یہ طرز اختیار کیا تھا کہ درسی کتابیں عام مذاق کیموافق لکھتے تھے اور اپنے اصلی خیالات و معتقدات دوسری کتابوں میں

خلاصہ عبارت	کتاب	صفحہ	عبارت منقولہ
	الکلام		ظاہر کرتے تھے جنکی نسبت یہ بھی تاکید کرتے تھے کہ عوام میں ظاہر نہ کیجائیں۔
عوام کو اس زمانہ میں حقائق کی تعلیم دینی چاہئے	″	۵ و ۶	اب جدید علم کلام کے مرتب کرنیوالیکا یہ کام ہے کہ ان بزرگوں کے لئے جن خزانوں کو سر بمہر رکھا تھا اُنکو وقف عام کردے۔
ابن رشد فلسفی۔ اور ابو مسلم اصفہانی معتزلی۔ اور قفال معتزلی کو عقائد میں امام بنانا چاہئے۔	″	۶	اخیر میں تخصیص کے ساتھ اُن بزرگوں کے نام بتا دینے بھی ضروری ہیں جو اس علم کلام کے ماخذ ہیں اور وہ یہ ہیں۔ ابو مسلم اصفہانی۔ قفال۔ ابن حزم۔ امام غزالی راغب اصفہانی۔ ابن رشد۔ امام رازی شاہ ولی اللہ
عالم قدیم ہے حادث نہیں عالم کے حدوث پر متکلمین کا استدلال صحیح نہیں اور یہ کہ حق تعالیٰ کسی شے کو بغیر مادہ کے پیدا نہیں کرسکتے۔	″ ″ ″	۳۰ ۴۳ ۴۴	اس بنا پر عالم کو حادث کہنا صورت کے اعتبار سے صحیح ہے لیکن مادہ کے لحاظ سے صحیح نہیں ہے اور جب عالم کا حدوث ثابت نہیں تو استدلال بھی صحیح نہیں! اس بنا پر یہ دعویٰ کرنا کہ عالم کے لئے کوئی علت ضروری ہے صحیح نہیں، کیونکہ عالم مادہ کا نام ہے، اور مادہ کا حادث اور مخلوق ہونا ثابت نہیں ہوا! یہ امر قطعی ہے کہ کوئی شے عدم محض سے وجود میں نہیں آسکتی۔ اس بنا پر عالم کا مادہ قدیم ہے،

خلاصہ عبارت	کتاب	صفحہ	عبارت منقولہ
	الکلام	۷۴	مادہ کی نسبت یہ ثابت ہو چکا ہے کہ وہ قدیم ہے علوم جدیدہ نے یہ بھی ثابت کر دیا ہے کہ مادہ کے ساتھ حرکت بھی قدیم ہے"۔ **ملاحدہ کے اعتراضات کا جواب** (دیتے ہوئے لکھا ہے)
	"	۳۴	ہمکو یہ تسلیم ہے کہ عالم قدیم ہے جیسا کہ خود مسلمانوں کے ایک بڑے فرقہ معتزلہ اور حکماء اسلام یعنی فارابی۔ ابن سینا۔ اور ابن رشد کی رائے ہے ہم یہ بھی تسلیم کرتے ہیں کہ مادہ کے اجزا متحرک ہیں، حرکت، مادہ کی ذاتیات میں سے ہے۔
مادہ کی حرکت بھی قدیم ہے	"	۴۴	اس کا جواب یہ ہے کہ جس طرح مادہ قدیم ہے حرکت اور قوۃ بھی قدیم ہے۔
مادہ کو کسی طرح فنا نہیں	"	۳۰	(ملاحظہ ہو صفحہ ۳۰۔ الکلام)
لوازم انواع خود بخود پیدا ہو گئیں حق تعالیٰ نے پیدا نہیں کیا	"	۷۴	لیکن یہ چیزیں خدا نے بالذات پیدا نہیں کیں، بلکہ صرف اُس نوع کو پیدا کیا، اور یہ چیزیں اُسکے لوازم ہونے کی وجہ سے آپ سے آپ پیدا ہو گئیں۔
خدا کے وجود کی ضرورت صرف	"	۴۴	اصل یہ ہے کہ خدا کے وجود کی جو ضرورت ہے

خلاصہ عبارت	کتاب	صفحہ	عبارت منقولہ
نظام عالم کے لئے ہے؟	الکلام	۴۴	وہ صرف اس لحاظ سے ہو کہ نظام عالم کا سلسلہ کس بنیاد پر قایم کیا جائے
صُوَر نوعیہ بھی خدا نے پیدا نہیں کیں خود بخود پیدا ہو گئیں۔ باقی تمام مظاہر کائنات بھی حق تعالیٰ نے پیدا نہیں کیے	"	۴۸	اس امر کے تسلیم کرنیکے بعد کہ مظاہر قدرت کا بڑا حصہ خود اشیا کی صورت نوعیہ کا نتیجہ ہے یعنی اُنکو بذات خدا نے پیدا نہیں کیا بلکہ وہ صُوَر نوعیہ کا لازمی نتیجہ تھیں جو خود بخود اُن کے ساتھ پیدا ہو گئیں، یہ بحث باقی رہجاتی ہے کہ صُوَر نوعیہ کا خالق کون ہے؟ اسقدر حکمائے قدیم کے نزدیک بھی مسلم ہے کہ صُوَر نوعیہ قدیم اور ازلی ہیں۔
"خلق عالم میں خدا کو دخل نہیں" نہ خدا خالق عالم ہے۔	"	۴۹	صُوَر نوعیہ کا قدیم ہونا جب خود اہل مذہب تک تسلیم کرتے ہیں تو اب صرف یہ بحث رہجاتی ہے کہ صُوَر نوعیہ خود بخود پیدا ہو گئیں یا خدا نے پیدا کیں اہل مذہب اس بات پر کوئی دلیل نہیں قائم کرسکتے کہ صُوَر نوعیہ خدا نے پیدا کیں، بلکہ یہ احتمال زیادہ قرین قیاس ہے کہ وہ خود بخود پیدا ہو گئیں کیونکہ جب وہ قدیم اور ازلی ہیں تو اُنکو بغیر کسی قوی دلیل کے معلول کہنا بالکل خلاف عقل ہے۔ حاصل یہ کہ اجزائے دیمقراطیسی

خلاصہ عبارت	کتاب	صفحہ	عبارت صفحہ
	الکلام	۴۹	قدیم ہیں، اُن کے ساتھ حرکت بھی قدیم ہے، حرکت سے امتزاج پیدا ہوا، امتزاج نے مختلف صور نوعیہ پیدا کیں، باقی تمام مظاہر کائنات اِن صُوَر نوعیہ کے نتائج لازمی ہیں جیسا کہ خود اہل مذہب کو تسلیم ہے۔
نبوۃ صرف کمال قوۃ قدسیہ و علمیہ و عملیہ کا نام ہے نہ کہ وہ موہبت خداوندی ہے جو کسی خاص بندہ کو یہ منصب حق تعالیٰ عطا فرماتے ہیں اور تبلیغ پیغام الٰہی پر وہ حق تعالیٰ کیطرف سے مامور ہوتے ہیں۔			(الکلام صفحہ ۸۹ سے صفحہ ۱۰۲ تک ملاحظہ ہو) (و علم الکلام صفحہ ۱۴۳)
نبوت مکتسبہ ہے اسلئے نہ انبیاء علیہم السلام معصوم ٹھیر سکتے ہیں نہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خاتم النبیین ہوسکتے ہیں کیونکہ اس زمانہ میں بھی نبی ہونا ممکن ہے۔	علم الکلام	۱۴۳ و ۱۴۴	ترقی کا سلسلہ خود انسان کی نوع میں قائم ہے یہانتک کہ قوائے عقلیہ ذہن، ذکاء، صفائی باطن اور پاکیزہ خوئی میں ترقی کرتے کرتے انسان ملکوتیت کی حد تک پہونچ جاتا ہے یہی مرتبہ ہے جسکو ہم نبوت اور رسالت سے تعبیر کرتے ہیں۔

خلاصہ عبارت	کتاب	صفحہ	عبارت منقولہ
وحی کی حقیقت صرف ادراک و انکشاف علوم و حقائق ہی جو بغیر تعلیم و تعلّم ہوتا ہے اور ملائکہ وجود خارجی مستقل نہیں رکھتے نہ اُن میں سے کوئی وحی پہونچاتا ہے۔	سوانح حضرت مولانا روم	۱۲۵	ان لوگوں نے بدیہی تجربوں کے بعد یہ اقرار کیا کہ انسان میں حواس ظاہری و باطنی کے علاوہ ایک اور قوت ہے جو اشیاء کا ادراک کرتی ہے اور جو واقعات آئندہ سے واقف ہو سکتی ہی وحی کا ایک طریقہ یہ ہے کہ دلمیں خدا کیطرف سے القا ہوتا ہے۔ دوسرا یہ کہ قوت ملکوتی مجسم ہو کر مشاہدہ ہوتی ہے اور پیغام الٰہی پہنچاتی ہے (مولف نے اسکے بعد اس مشاہدہ کو خواب کی حالت سے تشبیہ دی ہی۔ اور حضرت مولانا رومی قدس سرہٗ کیطرف اس تشبیہ مشاہدہ کو نسبت کیا ہے جو محض غلط ہے اور مؤلف کا ذاتی خیال ہے
معجزہ کا علت و معلول کے سلسلہ کے خلاف وقوع میں آنا بداہتہً باطل ہے گویا حق تعالیٰ نہ اپنے قوانین قدرت کو بدل سکتے ہیں نہ خواص اشیاء کو کسی حال میں تبدیل یا زائل کر سکتے ہیں نہ خلق اشیاء بغیر اسباب کے قادر ہیں	الکلام	۶۶	عالم میں علل و اسباب کا سلسلہ جاری ہے یعنی جو چیز وجود میں آتی ہے اُسکے علل و اسباب ہوتے ہیں اور جب کسی شئے کے علل اور اسباب موجود ہوتے ہیں تو ضرور اُس شئے کا وجود ہوتا ہے۔ اب معجزہ کی اگر یہ تعریف ہی کہ علۃ و معلول کے سلسلہ کے خلاف وقوع میں آئے تو معجزہ بداہتہً باطل ہوگا +

خلاصہ عبارت	نام کتاب	صفحہ	عبارت منقول
تصدیق صفات باری ضروری نہیں بلکہ اُسمیں مثل ذات کے گفتگو ہی نکرنی چاہئے۔	سوانح حضرت مولانا روم	۱۱۸	مولانا کی اصل تعلیم یہ ہے کہ خدا کی ذات و صفات کے متعلق کچھ نہیں کہنا چاہئے (یہ نسبت مولانا کی طرف غلط ہے۔ بلکہ مؤلف کا خود ذاتی عقیدہ ہے۔ جیسا کہ اُس نے علم الکلام صفحہ ۱۶ پر کہا ہے۔
ایضاً	علم الکلام	۱۶	اس اعتراض کے جواب کے لئے لاعین و لاغیر کا پہلو اختیار کیا گیا۔ لیکن اس تنگ جادہ پر کیونکر قدم ٹھیر سکتا تھا آخر یہ ماننا پڑا کہ خدا ایک ہستی بسیط ہے اور تمام صفات کا مظہر ہے۔
عذاب و ثواب بدی اور نیکی کا لازمی اثر ہے۔ حق تعالیٰ نہ اپنی نافرمانی پر عذاب دیتے ہیں نہ طاعت پر انعام فرماتے ہیں نہ گناہوں کو معاف فرماسکتے ہیں۔ نہ توبہ کو قبول فرماسکتے ہیں اور عذاب و ثواب عقلی ہیں حسّی نہیں۔	الکلام	۱۴۹	لیکن یہ عذاب و ثواب کی اصل حقیقت نہیں بلکہ اصل حقیقت کے عام فہم کرنیکا ایک پیرایہ ہے، اصل حقیقت یہ ہے کہ جس طرح عالم جسمانیات میں اسباب و علل اثر اور مؤثر کا سلسلہ ہے مثلاً سنکھیا قاتل ہو گلاب محرک نزلہ ہو املتاس مسہل ہے ۔ اسی طرح یہ سلسلہ روحانیات میں بھی قایم ہے نیک و بد جسقدر افعال ہیں اُنکا نیک بد اثر روح پر مترتب ہوتا ہے۔

عبارت منقولہ	صفحہ	کتاب	خلاصہ عبارت
اچھے کاموں سے روح کو انبساط ہوتا ہے برے افعال سے انقباض آلودگی نجاست پیدا ہوتی ہے اور یہ وہ نتائج ہیں جو اُس سے جُدا نہیں ہوسکتے۔ فرض کرو ایک شخص نے کسیکی کوئی چیز چرائی اب اگر وہ شخص جسکی وہ چیز تھی معاف بھی کردے تو چوری کرنیسے اُس شخص کی عزت پر جو داغ آگیا وہ کسی حالت میں زائل نہیں ہوسکتا۔ غرض اچھے افعال سے جو سعادت کا اثر پیدا ہوتا ہے اور بُرے کاموں سے جو شقاوت حاصل ہوتی ہے اُسی کا نام عذاب و ثواب ہے۔ اور یہ خود اُن افعال کا لازمی اثر ہے،			
(بشر حصہ ریہی مضمون الغزالی صفحہ ۱۶۸ میں موجود ہے۔)	۱۶۸	الغزالی	
اسی طرح خدا گناہوں کے ارتکاب سے منع نہ بھی کرتا تاہم اُن گناہوں کے ارتکاب سے روح کو وہی صدمہ اور عذاب ہوتا۔	۱۴۰ و ۱۴۱	الکلام	
(ملاحظہ ہو الکلام صفحہ ۱۳۹)	۱۳۹	الکلام	حشر اجساد کا انکار اور اس امر کا

خلاصہ عبارت	کتاب	صفحہ	عبارت منقولہ
اقرار کہ ڈارون کی تھیوری کی ترتیب کے لحاظ سے نوع بشر کا کسی دوسری نوع میں منتقل ہو جانا ممکن ہے اور اسی کو معاد یا قیامت کہتے ہیں۔	[illegible]	۱۵/۲	بہر حال جب یہ ثابت ہوا کہ انسان پہلے جماد تھا جمادیت کے فنا ہونے کے بعد نبات ہوا نباتیت کے فنا ہونیکے بعد حیوان تو اس میں کوئی استبعاد نہیں معلوم ہوتا کہ یہ حالت بھی فنا ہو کر کوئی اور عمدہ حالت پیدا ہو اور اوسیکا نام دوسری زندگی یا معاد یا قیامت ہے۔ اسلئے ضرور ہے کہ انسان جب فنا ہو تو اُسکا مادہ اور قوت کوئی دوسری صورت اختیار کرے۔ اُسی کو ہم انسان کی دوسری زندگی یا معاد یا قیامت کہتے ہیں +
حضرات اشاعرہ رحمہم اللہ کی توہین	الکلام	۸۳	اشاعرہ کی یہ شتر گربگی حقیقت میں نہایت تعجب انگیز معلوم ہوتی ہے۔
	سوانح	۱۵۲	امام رازی اور اُن کے مقلدین کی سینہ زوریاں تفریح طبع کے قابل ہیں۔
	الغزالی	۱۸۰	جواب میں بجز اسکے کہ سینہ زوریاں احتمال آفرینیاں۔ تشکیکات اور تاویلات سے کام لیا جائے۔

خلاصہ عبارت	کتاب	صفحہ	عبارت منقولہ
	الکلام	۱۹۸	یہی طفلانہ استدلالات اور احتمالات ہیں جنھوں نے آج قوم کی قوم کو نظر بندی اور بیسیوں دور از کار باتوں کا معتقد بنادیا ہے لیکن اشاعرہ ظاہرین کے سوا اور لوگ اس قسم کے دور از کار خیالات کے کیونکر قایل ہو سکتے تھے۔
ایضاً	علم الکلام	۱۹۶	متاخرین کا اگرچہ دفتر بے پایاں موجود ہی لیکن وہ بالکل اس مصرعہ کا مصداق ہی مصرعہ شد پریشاں خواب من از کثرتِ تعبیرہا۔

حضرات! یہ ہیں علامۂ آخر الزماں کے معتقدات۔ کیا اب اہل اسلام مذہب کی قید سے بالکل آزاد ہونا چاہتے ہیں کہ صریح عقائد اسلام میں تحریف ہو رہی ہے اور خاموش ہیں غور کیجئے اور ایک مرتبہ توجہ اس تحریر پر نظر کر لیجئے۔

وَمَا عَلَيْنَا اِلَّا الْبَلَاغ ۔

بندہ
عماد الدین غفرلہ
مرقومہ ۹ رجمادی الثانیہ ۱۳۳۲ھ

